

# اسلام کا تصورِ عدل

طفیل احمد قریشی

انسانی مسائل کا تعلق خواہ کسی بھی شعبہ حیات سے ہو ان کے حل میں "عدل" کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اقوام کی تاریخ میں جب بھی اور جہاں بھی اسے نظر انداز کیا گیا انسانی روبا بط میں کچاؤ پیدا ہوا، تحریکیں ابھریں اور ان کے نتیجے میں انقلاب برپا ہوئے۔ لفظ "عدل" اپنے مفہوم مقصد کے اعتبار سے مختلف قوموں اور زبانوں میں مختلف ناموں سے سانسے آتا ہے۔ اردو زبان میں یہ لفظ عربی سے مشتق ہے لغت میں عدل سے مراد دو وزن کرنے والے پلٹوں کی برابری یا مساوات ہے۔ چنانچہ "عطیہ بالعدل" کے معنی ہیں "اس نے برابر یعنی پورا پورا تول کر دیا" "اعتدال المشعر" سے مراد یہ ہے کہ شعر اپنے وزن کے اعتبار سے مساوی یا برابر ہو گیا، اسی طرح جب "عدل علی القوم" کہا جائے گا تو مراد ہوگی کہ اس نے لوگوں کے معاملات کو مساوی (برابری) کے اسلوب پر انجام دیا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے اکثر آیات کے مطالب و تشریح سے اس لفظ کی جو تشریح سامنے آتی ہے۔ اسے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ "العدالت وہی مدکتہ فی النفس تصدیر عنہا الافعال التي لقيام بها نظام للمدينة"۔

یعنی عدالت (یا عدل) انسانی نفس میں ایک ایسا ملک ہے جس کی بدولت ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جن پر بہتر سماجی نظام تم ہوتا ہے چنانچہ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ (سورۃ المائدہ آیت ۵۸) اور جب فیصلہ کرو تو برابر یعنی بلا امتیاز فیصلہ کرو فَخَلَقْنَا تَبَعًا لِلصَّوْءِ اِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ اَعْيُنٌ (سورۃ المائدہ آیت ۲۸) پس تم خواہشات کی پیروی نہ کرو و تا کہ تم عدل کر سکو۔ اور ایسی ہی دوسری کتابی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدل انسان کا ایسا ملک و خاصہ ہے جس کی بدولت فوج کار و بار حیات کے ہر مسئلے کو ہر قسم کے امتیاز و تعلق سے بالاتر ہو کر حل کرتا ہے۔

عمرانی اصطلاح میں یہ لفظ (عدل، انصاف، اور مساوی طرز عمل) وغیرہ معنی میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ سماج انصاف یا سماجی مساوات نام ہے اس عمل کا جس کا تقاضا ایک فرد دوسرے فرد سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے اور ایک قوم دوسری قوم سے کرتی ہے۔ اسی سے افرادی حقوق و فرائض کا تعین ہوتا ہے اور اسی کی بنیادوں پر ایک اچھے یا بُرے معاشرے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی قوم یا نظام کو ان اصولوں کی بدولت اچھا یا بُرا کہا جاتا ہے جو اس کی سماجی ڈھانچے کے محور و اساس ہوتے ہیں۔

اسلام نے عمرانی عدل اور سماجی انصاف کی جو راہیں متعین کی ہیں اس کی بنیاد بھی چند اصول ہیں۔ یہ اصول اسے دو سے قدیم و جدید نظاموں سے ممتاز کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی تصور عدل کی وہ بنیادیں اور اصول جن پر اسلامی معاشرہ اور اسلامی نظام کی عمارت کھڑی ہے ان میں چار اصولوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- مساوات

۲- مساوات

۳- مساوات

۴- مساوات

۱- مساوات

مساوات کو اسلام نے محض چند سماجی شعبوں تک محدود نہیں کیا ہے۔

مسادات کا ہر ایک قرآن پاک نے دیا ہے اس کا بنیادی تصور یہ ہے کہ انسان خزاہ کہیں کا ہو اور  
 کسی دور میں پیدا ہوا ہو حقیقت میں ایک نفس ہے۔ پس اَلْاِنْسَانُ اَقْتَرًا  
 وَتَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (سورۃ النمل آیت ۱) یعنی اے لوگو اپنے  
 رب سے ڈنو جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا ہے۔

انسانیت کی اکائی کے اس تصور کے بعد قرآن نے کائنات میں انسان کے مقام کو واضح کیا  
 اور بتایا۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَا هُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ  
 مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا \* اور ہم نے  
 آدم کی اولاد کو عزت بخشی سمندر و خشکی کو اس کے زیر پا کیا اور اسے پاکیزہ روزی عطا کی اور کائنات کی  
 دوسری اہم سی مخلوقات پر فضیلت بخشی (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۰)

پیدائش کی اکائی اور مخلوقات میں ان کی برتری کے بعد خود انسانیت کی باری آتی ہے۔ نسلی اور  
 جغرافیائی امتداد سے انسان مختلف ذہن اور ذہند جیوں میں بٹ گیا۔ جن لوگوں نے ایک صورت (اسلام)  
 کو قبل ہی کیا ان کا تعلق ہی مختلف قبیلوں سے تھا۔ ان میں مختلف رنگوں کے لوگ تھے جو مختلف زبانیں  
 بولتے تھے جس کا لانا نیا تبسم یہ ہو سکتا تھا کہ اس صورت میں نسلی یاسانی امتیاز کی وجہ سے  
 تنگناں پڑ جاتے جیسا کہ قرآن نے اس مسئلہ کو بھی واضح کرتے ہوئے کہا کہ دَيَّا اِيْحَا الْاِنْسَانِ  
 اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَاِئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ اِنَّا  
 اَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ الْاَفْاَكُمُ۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۳) یعنی اے لوگو! ہم نے  
 تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے تمہارے قبیلے یا قومیں صرف اس لیے بنائے ہیں کہ تم  
 ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ خدا کے نزدیک عزت اسی کی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

مسادات کے اس بنیادی تصور سے یہ بات ذہن نشین کرنا مقصود ہے کہ مسادات سماج  
 کے چند شعبوں میں افراد کے باہمی معاہدہ عمرانی کا نام نہیں بلکہ (۱) سب انسان چونکہ ایک ماں  
 باپ کی اولاد ہیں اس لیے انسانیت ایک اکائی ہے (۲) کائنات میں اس کو ہر مخلوق پر عزت  
 حاصل ہے (۳) جو پرہیزگاری اس کائنات میں پیدا کی گئی ہے افراد انسانی کا اس نعمت پر پورا  
 پورا حق ہے (۴) رنگ، نسل، قوم، صرف تشخص (پہچاننے) کا ذریعہ ہیں یہ نہ مقصد ہیں اور

۵۔ امتیازی خصوصیت صرف اور صرف یہ ہے کہ انسان حقوق و ذرائع کے سلسلے میں کٹا ہوا فرد امتیازی ہے۔

## ۲۔ اعتدال

اسلامی سماجی انصاف کا دوسرا ستون اعتدال ہے۔ اعتدال یا میانہ روی سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں افراط و تفریط نہ ہو، مسائل کا ایسا حل تلاش کیا جائے جس میں انتہا پسندی کو دخل نہ ہو۔ قرآن نے اس امت کی خصوصیت ہی یہ رکھی ہے کہ اس کے معاملات اعتدال پر مبنی ہوتے ہیں قرآن نے بتایا۔ **وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ**، ”اور ہم نے تم (مسلمانوں) کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم (قوموں اور) لوگوں پر گواہ بنو“ (سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳)

## ۳۔ امانت

امانت اسلامی تصور عدل کا پتلا رٹا ستون ہے ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت سے ”امین“ ہے یہ امانت اس کے پاس مختلف شکلوں میں موجود ہے کہیں اس کی شکل سرکاری یا سیاسی عہدہ ہے، کہیں سر رہا یہ وزیرین، کہیں روزمرہ کے معاملات کہیں کنبہ یا افراد میں اس کی نجی حیثیت، غرض یہ کہ ہر صورت میں اسے یہ سمجھنا ہوگا کہ وہ ”امین“ ہے اور خدا نے جو امانت جس شکل میں بھی اس کے سپرد کی ہے اس کو طے شدہ اصولوں کے مطابق امانت کے مستحق افراد تک پہنچانا ہے اس کی وصاحت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَلَا كَلِمَاتٌ رَاعٍ وَكَلِمَاتٌ مَسْئُولٍ عَنِ رَعِيَّتِهِ فَإِنَّ أَمَامَ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنِ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنِ رَعِيَّتِهِ - وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ  
أَلَا كَلِمَاتٌ رَاعٍ وَكَلِمَاتٌ مَسْئُولٍ عَنِ رَعِيَّتِهِ -

یاد رکھو تم میں ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی نگرانی کا مواخذہ ہوگا۔ ملک کا سربراہ جو کہ پوری قوم کا نگہبان ہے اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک عام آدمی اپنے گھر کا نگہبان ہے اس سے اس کی نگرانی کی پلڑا پرس ہوگی۔ ایک عورت خاندان کے گھر اور اس کے بچوں کی نگرانی ہے اس کے بارے میں اس کی ذمہ داریوں کا جواب دہ ہونا ہوگا۔ ایک ملازم اپنے مالک کے مال کا نگران کہتا ہے اور اس کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ یاد رکھو کہ تم میں ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت سے نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کا مواخذہ ہوگا۔

امانت کا یہ تصور حسن نگرینی بلکہ حکمِ شریعی ہے۔ قرآن حکماً مسلمانوں کو یہ کہتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَفْتَرُكُمْ اَنْ تَقُولُوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اٰهْلِهَا بِرِسُوۡةِ النِّسَاءِ اٰیۡت ۵۸ یعنی خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ (جن چیزوں کے تم امین ہو) لوگوں کو ان کی امانتیں حوالے کیا کرو۔

### ۴۔ تعاون

اسلامی تصورِ عمل کی علامت کا جو تقاضا تعاون ہے یہ ایک ایسا ستون ہے جس کا افرادِ انسانی کے عمل اور طرزِ زندگی میں ہم آہنگی سے گہرا تعلق ہے۔ افراد یا قوم کے پیش نظر مقصد تو ہو لیکن تعاونِ زبور تو حصولِ مقصد ممکن نہیں ہوتا۔ اسی طرح تعاون اگر ہے بھی تو پھر اس بات کو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ افراد میں تعاون کی نوعیت کیا ہے؟ تعمیری ہے یا تخریبی؟ تعاون اگر تعمیری ہے تو مقصد کا حصول آسان ہو جاتا ہے اور اگر تخریبی ہے تو منزل و مقصود دور ہو جاتا ہے لہذا عملِ عمرانی کے مقصد کے حصول کے لیے اسلام نے تعاون کو بھی بنیاد بنایا ہے۔ ایسا تعاون جو صرف تعمیری ہو۔

وَتَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ  
وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (سورۃ المائدہ آیت ۴۸) یعنی اور پر بریتہ گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو  
اور برائیوں و ظلم میں ایک دوسرے کو اور اللہ سے ڈرو۔

اسلام کے عملِ عمرانی Social Justice کی بنیادین اصولوں پر رکھی گئی ہے

اس نے معاشے میں زبردست انقلاب برپا کیا، ایک مثالی معاشرہ اُبھرا جس کے افراد نے مساوات  
اعتدال امانت اور تعاون جیسے اصولوں کو اپنی زندگیوں میں سمویا۔ پیغمبر انقلاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لأحمر علیٰ  
اسود ولا لأسود علیٰ أحمر الا بالتقویٰ۔ تم میں سے کسی عربی کو عجمی (غیر عرب) پر  
نہ عجمی کو عربی پر، نہ کسی سرخ کو کالے پر، نہ کالے کو کسی سرخ پر کوئی برتری سوائے تقویٰ (پرہیزگاری)  
کے حاصل ہے۔

مطلب یہ کہ تم خواہ کسی بھی جنس یا نیاں حدود میں رہنے ہو، کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ یا  
تمہارا رنگ کچھ بھی ہو تم ایک امت ہو۔ "ان ہذہ امتکم امة واحدة" (بشارت تمہاری  
یہ ایک امت ہے۔) (سورہ انبیاء آیت ۹۲)

تمہارے حقوق مساوی ہیں شریعت (قانون) کی نظروں میں تم با امتیاز ایک جیسے شہری ہو  
اگر تم میں کوئی ممتاز ہے تو صرف اس حیثیت سے کہ تمہارے معاشرے کے کسی فرد نے اسلامی شکار و  
ضوابط کو کس قدر اپنایا ہوا ہے۔ یا یہ کہ وہ کتنا زیادہ متقی ہے۔

مساوات کی اس انداز میں تشریح اور اس کی عملی مثالیں جا بجا ملتی ہیں بال حبشی شہیں  
یا صدیق اکبر کسی کے لیے مجلس نبوی میں کوئی نشست مخصوص نہیں تھی۔ اگر خلیفہ دوم (حضرت عمرؓ)  
کے پاس سواری کا صرف ایک اونٹ ہے اور خادم بھی ساتھ ہے تو اسے دونوں باری باری استعمال  
کرتے ہیں۔ چوہی کے ایک مقدمہ میں جب مدعا علیہ کے وراثت و محض "اونچا خاندان" ہونے کی بنیاد  
پر جو نہ سزا میں تخفیف و رعایت کے خواہاں ہوتے ہیں تو پیامبر مسادات فرماتے ہیں۔ اور ان غلطی  
بدت محمد سرقتم لقطعیت میدھا۔ "اگر محمد کی بیٹی غلطہ چوری کرتی تو میں ان کا بھی  
ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اسلامی تعلیمات کے مطابق عدل عمرانی محض سیاسی و قانونی حقوق تک محدود نہیں ہے اس

کی جڑ میں باقتصادیات تک پہنچائی نہیں۔ چنانچہ اسلام معاشرت کے ساتھ حیثیت و اقتصادیات میں ہم آہنگی کا طبعاً ہے۔ جب تک اقتصادیات خوشحال کر ساجی امور استقامت ہم آہنگ نہیں کیجاتا یا دونوں کے لیے ساتھ ساتھ اقدامات نہیں ہوتے شہری حقوق کی حیثیت محض کاغذی جبراً ہادیوں کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فرد کے ملز معاشرت کے ساتھ طرز معیشت پر خصوصی نظر رکھی ہے فرد کے ذہن میں یہ اصول راسخ کیا جاتا ہے کہ جو کچھ ہے خدا کا ہے، خدا کا عطا کردہ ہے اور جو کچھ عطا کردہ ہے اس کے منہ کنہ میں اس کی حیثیت "امین" کی ہے جس کا پورا پورا حساب اسے اس فاقہ پاری کو دینا ہوگا جس کا یہ سب کچھ ہے۔ جہاں تک دولت کے حصول و طرہ حصول کا تعلق ہے فرد کو یہ اصل بتایا گیا کہ **لَا تَرْجُوا نِعْمَتِي تَجْتَنِبُوا وِلَلْ تَسَاءَلُوا وَ لَلْ تَسَاءَلُ نَفْسِي تَمَّ اَكْتَسَبْتَن**۔  
 (سورۃ النہار آیت ۲۲) یعنی مردوں کا اتنا حصہ ہے جتنا کہ میں اور عورتوں کا

اتنا جتنا وہ کہیں ہے۔

فرد جائز طریق سے جتنا کمائے وہ اس کا حصہ ہے لیکن کمان "اور چھٹے" کو اس طرح منظم کیا جائے گا کہ قومی دولت گردش کرتی رہے اور چند ہاتھوں میں جمع نہ ہونے پائے۔ **لَا يَكُونُ حَوْلَہٗ بَيِّنَاتٌ بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ**، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰۰، اس طرح کہ دولت چند ہاتھوں کے ہاتھوں میں جمع نہ ہونے پائے۔

پھر اس حقہ میں بھی کچھ اور لوگوں کا حصہ ہے ان لوگوں کا تو ہے ہی جن کے وہ "کفیل" ہیں۔ لیکن ان کا بھی سٹی "تھے" جو "بنیادی ضروریات" میں کسی ایک محروم میں **وَفِي اِھْوَالِہُمْ حَقٌّ لِّلْمَسْئِلِ وَالْمَحْرُومِ** (سورۃ الذاریات آیت ۱۹) یعنی ان کے مال میں سائل و محروم کا حق "ہے" وہاب یہ حق بڑا ادا کرتے ہیں۔ یا حکومت وقت کا اگلا ہے ایک الگ بحث ہے لیکن ایک بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ہر قسم کے "علل" کا خواہاں ہے۔ اس عدل کی صورت خواہ قانون میں ہو، سیاسی حقوق میں، سماجی ملز معاشرت میں یا اقتصادی نظام میں۔ (یہیں مساوات، اعتدال، امانت اور تعاون کے بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا اس سے ہر قسم کے استحصال کی سیخ کٹی ہوتی ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں موجود ہو۔ اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے جو قرآنی تعلیم کے مطابق اس اصل پر اپنی منزل کی طرف بڑھتا ہے۔ **لَا تَقُولُوا لِمَا نَعْلَمُونَ مَا نَعْلَمُونَ** یعنی نہ ظن کرو اور نہ ظن ہونے دو (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۰)

یعنی عدالت یا عدل ( انسانی نفس میں ایک ایسا ملک ہے جس کی بدولت ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جن پر بہتر سماجی نظام قائم ہوتا ہے چنانچہ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ (سورۃ الشکوٰر آیت ۷۸) وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست کیا اور تجھے متوازن قوتیں بخشیں۔ ”وَأَنْتَ تَحْكُمُ بِالْعَدْلِ“ (سورۃ النساء آیت ۵۸) اور جب فیصلہ کرو تو برابر یعنی بلا امتیاز فیصلہ کرو۔ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدُوا۔ (سورۃ المائدہ آیت ۲۸) پس تم خواہشات کی پیروی نہ کرو و تا کہ تم عدل کر سکو۔ اور ایسی ہی دوسری ترائی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدل انسان کا ایسا ملک و خاصہ ہے جس کی بدولت فوج کار و باہر حیات کے ہر مسئلے کو ہر قسم کے امتیاز و تعلق سے بالاتر ہو کر حل کرتا ہے۔

عمرانی اصطلاح میں یہ لفظ (عدل) انصاف، اور ”مساوی طرز عمل“ وغیرہ معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ سماج انصاف یا سماجی مساوات نام ہے اس عمل کا جس کا تقاضا ایک فرد دوسرے فرد سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے اور ایک قوم دوسری قوم سے کرتی ہے۔ اسی سے انفرادی حقوق و فرائض کا تعین ہوتا ہے اور اسی کی بنیادوں پر ایک اچھے یا بُرے معاشرے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی قوم یا نظام کو ان اصولوں کی بدولت اچھا یا بُرا کہا جاتا ہے جو اس کے سماجی ڈھانچے کے محور و اساس ہوتے ہیں۔

اسلام نے عمرانی عدل اور سماجی انصاف کی جو راہیں متعین کی ہیں اس کی بنیاد بھی چند اصول ہیں۔ یہ اصول اسی دور کے قدیم و جدید نظاموں سے متنازع کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی تصور عدل کی وہ بنیادیں اور اصول جن پر اسلامی معاشرہ اور اسلامی نظام کی عمارت کھڑی ہے انہیں چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۲- توسط یا اعتدال

۳- تعاون

۱- مساوات

۳- امانت

۱- مساوات

مساوات کو اسلام نے محض چند سماجی شعبوں تک محدود نہیں کیا ہے۔



۵۔ امتیازی خصوصیت صرف اور صرف یہ ہے کہ انسان حقوق و فرائض کے سلسلے میں اپنا فرد امتیازی ہے۔

## ۲۔ اعتدال

اسلامی سماجی انصاف کا دوسرا ستون اعتدال ہے۔ اعتدال یا میانہ روی سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں افراط و تفریط نہ ہو، مسائل کا ایسا حل تلاش کیا جائے جس میں انتہا پسندی کو دخل نہ ہو۔ قرآن نے اس امت کی خصوصیت ہی یہ رکھی ہے کہ اس کے معاملات اعتدال پر مبنی ہوتے ہیں قرآن نے بتایا - **وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ**، "اور ہم نے تم (مسلمانوں) کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم (قوموں اور لوگوں) پر گواہ بنو" (سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳)

## ۳۔ امانت

امانت اسلامی تصور عدل کا تیسرا رُبا ستون ہے ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت سے "امین" ہے یہ امانت اس کے پاس مختلف شکلوں میں موجود ہے کہیں اس کی شکل سرکاری یا سیاسی عہدہ ہے، کہیں سرمایہ و زمین، کہیں روزمرہ کے معاملات، کہیں کنبہ یا افراد میں اس کی نجی حیثیت، غرض یہ کہ ہر صورت میں اسے یہ سمجھنا ہرگز کہ وہ "امین" ہے اور خدا نے جو امانت جس شکل میں بھی اس کے سپرد کی ہے اس کو طے شدہ اصولوں کے مطابق امانت کے مستحق افراد تک پہنچانا ہے اس کی وصاحت کرنے ہوتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

أَلَا كَلِمَاتٌ رَاعٍ وَكَلِمَاتٌ مَسْئُولٍ عَنِ رِعِيَّتِهِ فَإِنَّ الْإِمَامَ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنِ رِعِيَّتِهِ وَالرَّجُلَ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنِ رِعِيَّتِهِ - وَالْمَرْأَةَ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ نَوْجِهَا وَوَلَدِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدَ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ  
أَلَا كَلِمَاتٌ رَاعٍ وَكَلِمَاتٌ مَسْئُولٍ عَنِ رِعِيَّتِهِ -

اس نے معاشے میں زبردست انقلاب برپا کیا، ایک مثالی معاشرہ اُبھرا جس کے افراد نے سادگی، اعتدال، امانت اور تعاون جیسے اصولوں کو اپنی زندگیوں میں سمویا۔ پیغمبر انقلاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لہجر علیٰ اسود ولا لاسود علیٰ اُحمر الا بالتقویٰ۔ تم میں سے کسی عربی کو عجمی (غیر عرب) پر نہ عجمی کو عربی پر، نہ کسی سرخ کو کالے پر، نہ کالے کو کسی سرخ پر کوئی برتری سوائے تقویٰ (پرہیزگاری) کے حاصل ہے۔

مطلب یہ کہ تم خواہ کسی بھی جنس، انسانی حدود میں رہنے ہو، کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ یا تمہارا رنگ کچھ بھی ہو تم ایک امت ہو۔ "ان ہذہ امتکم امة واحدة" (بشارت تمہاری یہ ایک امت ہے۔) (سورہ انبیاء آیت ۹۲)

تمہارے حقوق سادگی ہیں شریعت (قانون) کی نظروں میں تم بلا امتیاز ایک جیسے شہری ہو اگر تم میں کوئی ممتاز ہے تو صرف اس حیثیت سے کہ تمہارے معاشرے کے کسی فرد نے اسلامی شعار و ضوابط کو کس قدر اپنایا ہے۔ یا یہ کہ وہ کتنا زیادہ متقی ہے۔

مساجد کی اس انداز میں تشریح اور اس کی عملی مثالیں جا بجا ملتی ہیں بلال حبشیؓ، یاسد بن ابیرکؓ کے لیے مجلس نبویؐ میں کوئی نشست مخصوص نہیں تھی۔ اگر خلیفہ دوم (حضرت عمرؓ) کے پاس سواری کا صرف ایک اونٹ ہے اور خادم بھی ساتھ ہے تو اسے دونوں باری باری استعمال کرتے ہیں۔ چوہی کے ایک مقدمہ میں جب مدعا علیہ کے وراثت و محض "ادباً خاندان" ہونے کی بنیاد پر جوئے سزا میں تخفیف و رعایت کے خواہاں ہوتے ہیں تو پیامبر سادات فرماتے ہیں۔ ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطع یدھا۔ "اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو میں ان کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اسلامی تعلیمات کے مطابق عدل عمرانی محض سیاسی و قانونی حقوق تک محدود نہیں ہے اس